دین اسلام کو ہدف تنقید بنانے کے چند بنیادی اسباب وعلامات

مولانا محمد عمر انور

دین اسلام کے متعلق منفی اور تنقیدی ذہنیت کی درج ذیل بارہ علامات ہیں:

ا۔علوم قرآن وسنت سے ناواقفیت :

قرآن وسنت کو صحیح طور پر جاننے' سمجھنے اوراس سے دین وشریعت کے مسائل استنباط کرنے کے لیے عربی زبان کے تقریباً اٹھارہ مختلف علوم میں مہارت اور دسترس حاصل کرنا ضروری ہے'ان میں سے چند علوم یہ ہیں:علم اصول دین'علم اسباب نزول'علم ناسخ ومنسوخ ،علم قراءت'علم حدیث'علم اصول حدیث'علم فقہ ،علم اصول فقہ'علم بلاغت(معانی'بیان'بدیع)علم صرف'علم نحو'علم لغت'علم اشتقاق'لیکن گمراہ عناصران تمام بنیادی اوراہم علوم سے ناواقف ہوتے ہیں'چند اردو کتابوں کے لقطات کومعلومات عامہ کا ذخیرہ وافرہ سمجھ لینااورقرآن وسنت کوتختہ مشق بنانے کے لیے آمادہ پیکار ہونا ضلالت کی کھلی مثال ہے۔ایسے لوگ خودبھی گمراہ ہوتے ہیں اورسادہ لوح مسلمانوں کوبھی گمراہ کرتے ہیں۔

۲۔قرآن کریم کی متواتر قراءت کوفتنہ کہنا یاان کاانکارکرنا:

واضح رہے کہ تلاوت کی سہولت کے لیے اللہ تعالی نے قرآن کریم کومتعدد قراءتوں میں نازل فرمایا'البتہ قراءتوں کے اس اختلاف سے آیات کے مجموعی معنی میں توکوئی تبدیلی نہیں ہوتی'لیکن تلاوت اورادائیگی کے طریقوں میں فرق ہوجاتا ہے'اس کی وجہ سے لوگوں کے لیے تلاوت میں آسانی پیدا ہوگئی'اورعملی اعتبار سے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اوراس کے بعینہ محفوظ رہنے پراس اختلاف قراءت کاکوئی ادنی اثربھی مرتب نہیں ہوتا'لیکن بعض گمراہ عناصران متواتر قراءتوں کا بھی

انکار کرتے ہیں، جبکہ اس بات پر تمام اہل علم متفق ہیں کہ قرآن کریم کی جتنی قراءتیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں، وہ سب صحیح ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت ان میں سے ہر ایک کے مطابق کی جاسکتی ہے، لیکن گمراہ عناصر ان متواتر قراءت کو عجمی فتنہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں۔

۳۔سنت وحدیث:

سنن وحدیث میں غلط اور فاسد تاویلات کر کے ان کا انکار کرنا، یا سنت وحدیث کو عقل یا فطرت کے خلاف کہنا، یا سنت وحدیث کو تاریخ یا عرب سماج اور کلچر کے ساتھ خاص کر کے منکرین حدیث کو تقویت پہنچانا، یا احادیث کے مقابلے میں تاریخ کو زیادہ اہمیت وترجیح دینا، یا قرآن وسنت سے استدلال کرنے میں محض عربی ادب ولغت پر انحصار کرنا۔

۴۔صحیح احادیث کا اپنی ذاتی رائے یا عقل کی وجہ سے انکار یا رد کرنا:

اسی ضمن میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ضعیف اور موضوع حدیث کے درمیان فرق وامتیاز نہ کرنا، یعنی ضعیف حدیث کو جھوٹی، من گھڑت اور موضوع روایت کا درجہ قرار دے دینا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ''ضعیف''، علم اصول حدیث کی ایک اصطلاح ہے، اردو دان حضرات اسے لاغر و کمزور پر قیاس کر کے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ''ضعیف'' سے مراد جھوٹی یا من گھڑت روایت ہے، حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف اور فن اصول حدیث سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، کیونکہ جمہور علماء ومحدثین کے نزدیک ضعیف حدیث مطلوبہ شرائط کے ساتھ قابل حجت ہے۔ متابع، مضاعد، فروع دین یا فضائل اعمال میں محدثین کے ہاں قابل عمل ہے، البتہ موضوع یعنی جھوٹی اور من گھڑت روایت کسی بھی حالت میں لائق عمل نہیں ہے، صحیح وضعیف کے اطلاق کرنے یا انکار کرنے میں اردو کے استعمال کا فرق ملحوظ رکھنا بھی بہت اہم ہے۔

اردو کے استعمال میں ہر اس بات کو جو اہل فہم وعقل کے نزدیک قابل اعتبار ہو کسی اعتراض کے بغیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، خواہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی ہلکے سے ہلکے معیار پر بھی اس کو صحیح نہ کہا جاسکے، اس کے مقابلہ میں صحیح نہ ہونے کا مطلب اردو میں یہ ہوتا ہے کہ وہ بات ناقابل اعتبار ہے، لیکن محدثین کی اصطلاح میں صحت کے لیے خاص خاص شرائط ہیں، اور پھر اس کے اندر بھی مختلف مراتب ہیں، اس کے بعد پھر حسن کا درجہ ہے اور اس کے بھی کئی مدارج ہیں، اس کے بعد پھر ضعیف کا درجہ ہے اور اس میں بھی مراتب کا یہی حال ہے، جن میں سے ضعیف حدیث کبھی کبھی مقبول بھی

شمار ہوجاتی ہے اس لحاظ سے محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی حدیث پر یہ حکم دیکھ کر کہ وہ صحیح نہیں ہے اس کو مردود یا جھوٹا سمجھ لینا یہ بالکل غلط ہوگا۔اس کے برخلاف اردو کے محاورہ میں اس کے صحیح نہ ہونے کا یہی مطلب سمجھا جائے گا کہ وہ ناقابل اعتبار مردود اور جھوٹی ہے۔محدثین کی اصطلاحات سے ناواقف لوگوں کو ہمیشہ یہاں یہ مغالطہ لگ سکتا ہے کہ یہ روایات سب بے سروپا اور لغو ہیں بلکہ اسی مغالطہ میں بعض اچھے خاصے تعلیم یافتہ سمجھ دار لوگ بھی مبتلا ہوسکتے ہیں اوران کو بھی اس نکتہ پر غفلت کا سامنا ہوسکتا ہے کہ محدث کے کسی حدیث کی صحت سے انکار کا مطلب وہ نہیں ہے جو اردو محاورے میں کسی حدیث کی صحت کے انکار کا مطلب سمجھا جاتا ہے۔

اصول حدیث میں اس کی بھی تصریح ہے کہ کسی حدیث پر کسی محدث کے ضعیف کا حکم لگا دینے سے اس حدیث کا مطلقاً ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات وہ حکم صرف اس اسناد کے لحاظ سے ہوتا ہے جو اس وقت اس محدث کے سامنے ہوتی ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو ایک اسناد کے لحاظ سے ضعیف کہہ دیا جائے اور دوسری اسناد کے لحاظ سے وہ قوی ہو یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے بعض حدیثوں پر ضعیف کا حکم لگایا ہے حالانکہ خارج میں وہ صحیح اسناد سے ثابت ہے یہاں ایک ناواقف شخص تو حیرت میں پڑ جاتا ہے مگر صاحب فن سمجھ لیتا ہے کہ امام موصوفؒ کا یہ حکم صرف اس خاص اسناد پر ہے۔

۵۔اسلام دشمنی :

یعنی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ تبع تابعینؒ اور متقدمین علماء اوران کے فہم اسلام سے نہ صرف یہ کہ بدگمانی پیدا کرنا بلکہ وقتاً فوقتاً ان عظیم ہستیوں پر اشاروں اور کنایوں میں لعن طعن اور ملامت کرتے رہنا۔اس طرزعمل میں پہلا قدم سلف صالحین سے بدگمانی اوراس کی انتہا سلف صالحین کے خلاف بدزبانی ہوتا ہے۔ان لوگوں کو اسلام کے ساتھ مخلص نہیں سمجھا جاتا اوراپنے موجودہ حالات وواقعات کا ذمہ دار یا موردالزام ان بزرگ ہستیوں کو ٹھہرا دیا جاتا ہے۔یہ افسوس ناک رویہ درحقیقت اس حدیث کا مصداق ہے جو آپ ﷺ نے قرب قیامت کی علامتوں میں ارشاد فرمایا ہے:''ولعن آخر هذه الامة اولها''یعنی''امت کے بعد میں آنے والے لوگ گزشتہ لوگوں (اسلاف اور بزرگوں) پر لعن طعن کریں گے۔

ایک اورحدیث میں ایسے لوگوں کو''رویبضۃ''فرمایا گیا ہے۔صحابہؓ نے پوچھا کہ''رویبضۃ''سے کیامراد ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا:''وہ نااہل اورگھٹیاآدمی جوجمہور کے اہم معاملات میں رائے زنی کرے۔''

۶۔سلف صالحین کے بجائے اعداء اسلام اورمستشرقین کی ڈگر پر چلنا:

یعنی دین وشریعت کے ہرحکم کوتحقیق وریسرچ کے عنوان سے فقط اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پرتولنا پرکھنا' یااعتراض اورشک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنا' قرآن وسنت اورسیرت رسول ﷺ کی روح مجروح کرنا' واضح صداقتوں کاانکارکرنا' غلط فہمیوں کوجگہ دینا' دین اسلام اورسیرت رسول کے بارے میں غلط تاثر پھیلانا' کسی بھی موضوع پرلکھنے سے قبل اس کے متعلق ازخودایک موقف قائم کرکے پھراس کے لیے کمزورسے کمزورروایات ڈھونڈنااوران سے غلط استدلال اورمعنی اخذکرنا' دسیسہ کاری اورافتراء پردازی سے کام لینا' تحقیق اورریسرچ کے نام پراسلام اورمسلمانوں کے خلاف علمی نظریاتی پروپیگنڈہ کرنا۔اس قسم کا کام یونیورسٹیوں کے سوکالڈ(لم یتجھ)اسکالرز سے لیاجاتا ہے۔

۷۔شذوذ وتفرد:

دین اسلام یعنی قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر میں جمہورعلماء امت کے اجماع واتفاق کوردکرکے اس کے مقابلہ میں انفرادی ترجیحات اورتفردوشذوذکوفکروعمل کی بنیاد بنانا' جبکہ آنحضرت ﷺ کاارشاد ہے:''علیکم بالجماعۃ۔یعنی''تم جماعت کولازم پکڑو۔''اورارشادنبوی ہے:''لایجتمع امتی علی الضلالۃ''یعنی''میری امت کبھی گمراہی پرجمع نہیں ہوگی۔''اسی طرح ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے:''اتبعواالسوادالاعظم من شذشذفی النار''یعنی''بڑی اکثریت (اجتماعیت)کی پیروی کروجس نے(تنہا)الگ راہ اختیارکی وہ جہنم میں جاگرا۔حضوراکرم ﷺ کے ان فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ گمراہی سے حفاظت اجتماعیت میں ہے۔

۸۔حدوث وابتداع:

جن امورکی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو'یعنی قرآن مجیداورسنت رسول میں اس کاثبوت نہ ملے'اورآنحضرت ﷺ کے عہدمبارک میں اس کاداعیہ اورسبب موجود ہونے کے باوجودنہ

قولاً ثابت ہو نہ فعلاً' نہ صراحتہً اور نہ اشارۃً'صحابہ کرامؓ' تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ میں بھی اس کا وجود نہ ہو اور نہ ہی اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے' اور شریعت کے مآخذ (قرآن 'سنت' اجماع' قیاس) سے بھی اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے' خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو' دوسرے الفاظ میں مقاصد شرعیہ کو بدل دینا' یعنی غیر مقصود کو مقصود بنالینا' یا مقصود کو غیر مقصود بنالینا' حدیث رسول ﷺ ہے:'' **من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد**۔'' یعنی'' جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود (قابل رد) ہے۔'' گویا کہ دین کے نام پر بے دینی گھڑ کے اسے عام کرنا ہمارے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے' (ہر مکتب فکر کے ذاکرین واعظین ومبلغین یہ کام بخوبی انجام دیتے ہیں) اس پر تنبیہ کی ضرورت ہے۔

۹۔''میں صحیح باقی سب غلط'':

سلف صالحین یعنی صحابہ کرامؓ' تابعینؒ' تبع تابعینؒ اور متقدمین جمہور علماء کے فہم اسلام کو یکسر غلط قرار دینا' گویا نزول اسلام اور اس کے بعد کے قریب ترین زمانے میں ان جیسے بلند پایہ لوگ دین کو صحیح طور پر سمجھ نہ سکے' اور ان کے مقابلہ میں اپنی خودساختہ غلط رائے اور ناقص فہم کو صحیح اور برحق سمجھنا اور اسے عین قرآن وحدیث باور کرانا' یعنی اپنی تحریفات' ناقص آراء اور خواہش پرستی کو قرآن وحدیث کا نام دینا' اس طرح امت کی اجتماعیت میں افتراق وانتشار' فرقہ واریت اور تفرقہ بازی پیدا کرنا۔ واضح رہے کہ دین میں بلاشبہ کتاب وسنت اصل ہیں' اس کا کوئی منکر نہیں' مگر اس کے باوجود ہم نہ صحابہ کرامؓ کو یکسر نظر انداز کر سکتے ہیں اور نہ تابعینؒ وتبع تابعینؒ کو' اور نہ ائمہ دین' فقہاء اسلام اور محدثین کو۔ کتاب وسنت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لیے بہر حال ہمیں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرامؓ' تابعینؒ' ائمہ دین اور فقہاء اسلام یعنی امت کے جمہور نے دین کو جس طرح سمجھا ہے اور اس کے بارے میں جو ان کی رہنمائی ہے وہی اصل دین ہے۔ اس کے برعکس جو مفہوم ومعنی ہم اپنی ناقص رائے سے متعین کریں گے وہ دین نہیں کہلائے گا' کیوں کہ جن واسطوں سے الفاظ ہم تک پہنچے ہیں اور ان کی حفاظت کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں' ان الفاظ کے معانی کے لیے بھی ان واسطوں پر اعتماد ضروری ہے۔ اسلاف سے ہٹ کر اگر ہم نے اپنی اپنی عقل سے دین کو سمجھنے کی کوشش

کی تو دین ایک تماشا بن جائے گا۔

۱۰۔فتنہ پردازی:

اصول دین یا اسلامی تحقیق کے اصول وضوابط کو جانے بغیر جدید تحقیق وریسرچ یا عصر حاضر کے تقاضوں کے نام پر وقتاً فوقتاً مختلف علمی، نظریاتی اور فکری فتنے پھیلاتے رہنا، جس میں عملی نتیجہ اور حاصل، بحث برائے بحث کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو، موجودہ زمانہ میں الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا اس کی واضح مثال ہیں، اس فتنہ پردازی میں سب سے آسان اور مشہور طریقہ یہ چل پڑا ہے کہ ''خالِف تُعرف''، یعنی متفقہ اور مسلمہ دینی معاملات یا اسلاف ومتقدمین کی مخالفت کرو اور مشہور ہو جاؤ۔

۱۱۔حقائق کو مسخ کرنا:

محض عقلی، قیاسی اور اٹکل پچو باتوں کی بنیاد پر حقائق واقعی کو مسخ کر کے اور بگاڑ کر پیش کرنا، اور غیر واقعی امور کو واقعی، اور واقعی امور کو غیر واقعی بنا دینا، جس کے نتیجے میں دیگر خرابیوں کے ساتھ ساتھ بناوٹ، تصنع اور خود ساختہ پن کو ترویج اور فروغ ملتا ہے۔ اور ایسا عموماً دنیا کی محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے اکابر واسلاف نے فرمایا:......

''جب دنیا کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کے حصول کے لیے عام ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں، حلال ہوں یا حرام ہوں اور جب یہ حالت ترقی کر جاتی ہے تو پھر اس کے حصول کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، بے حیائی، بے رحمی ناانصافی سب آ جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ طبیعت مسخ ہو جاتی ہے اور حقائق معکوس ہو جاتے ہیں، صحیح کو غلط سمجھنے لگتا ہے اور غلط کو صحیح، حق کو باطل اور باطل کو حق، حق تعالی کا ارشاد صادق آ جاتا ہے: ''فانها لاتعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور''۔ (الحج: ۴۶) یعنی ''سر کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔'' اس لیے حدیث نبوی میں یہ ارشاد ہے کہ: ''حب الدنيا راس كل خطيئة'' (مشکوۃ، کتاب الرقاق، الفصل الثالث، ص: ۴۴۴، ط: قدیمی) یعنی ''دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔''

۱۲۔عجب، خود پسندی، تکبر اور تعلّی کا اظہار:

یعنی اپنی خود ساختہ خیالی رائے کو حتمی اور قطعی انداز میں اس طرح بیان کرنا کہ گویا تمام دنیا میں حق

اور سچ صرف اسی بات میں منحصر ہے جو میں نے سمجھا اور لکھا۔اسی طرح اجماع امت کے مقابلہ میں اپنی باطل اور غلط رائے کو اونچا کرنا اور جمہور امت کی متفقہ بات کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا،کسی بھی اجماعی اور متفقہ مسئلہ کی تردید کرتے ہوئے یوں کہنا کہ شروع سے لے کر آج تک،یا قرآن وسنت کے تفصیلی مطالعہ کے بعد،یا متقدمین سے لے کر متاخرین تک کسی کو بھی مطالعہ کرلیں،کسی کے ہاں بھی یہ بات نہیں ملے گی،گویا کہ چودہ سو سالوں میں جتنا بھی علمی وتحقیقی سرمایہ امت نے جمع کیا،وہ سب کا سب بیک جنبش قلم رد کردیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پوری امت کو ان فتنوں اور فتنہ پردازوں سے محفوظ فرمائے۔آمین

علمی وتحقیقی مجلّہ

ماہنامہ فقہِ اسلامی کراچی

موضوع وار، مصنف وار، شمارہ وار

اشاریہ

[اپریل ۲۰۰۰ء تا دسمبر ۲۰۱۳ء]

مرتب: محمد شاہد حنیف

اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی